جناب ظفر دارک قاسمی *

رسول کریم ﷺ کے دعوتی مکاتیب کی معنویت عہد حاضر میں

محمد ﷺ کی حیات طیبہ تمام عالم انسانیت کے لیے نمونہ عمل ہے اللہ تعالیٰ انسانیت کی ہدایت اور تعمیر و ترقی کے لیے وقت اور حالات کی مناسبت سے ہر دور میں اپنے منتخب و برگزیدہ بندوں کو مختلف اقوام میں مبعوث کرتا رہا ہے جو انسانی تہذیب وتمدن کے سچے علمبردار رہے تاریخ شاہد ہے کہ جب نبوت کا بارگراں پڑنے سے آپ ﷺ کو خوف زدگی کی کیفیت محسوس ہوئی اور پورا واقعہ حضرت خدیجہؓ کو سنایا اور کہا مجھے اپنی جان کا خطرہ ہے اس وقت حضرت خدیجہؓ نے آپ کو تسلی دیتے ہوئے جو کچھ کہا وہ احادیث کی کتابوں میں موجود ہے بخاری شریف میں ہے ''ہرگز نہیں۔ اللہ کی قسم اللہ آپ ﷺ کو کبھی رسوا نہیں کریگا، بے شک آپ رشتہ داروں سے نیک سلوک کرتے ہیں بے سہارا لوگوں کا بار اٹھاتے ہیں۔ ناداروں کو کما کر دیتے۔ مہمان نوازی کرتے ہیں، نیک کاموں میں مدد کرتے ہی۔'' بظاہر یہ پانچ صفات ہیں مگر اس میں خدمت خلق و فلاح عام کی قابل تقلید مثال موجود ہے جو کہ زمان و مکان سے بالاتر ہر انسان کے لیے نمونہ ہے۔ اور اس سے یہ بھی اندازہ ہوتا ہے کہ آپ ﷺ کی سرشت میں بھی انسان دوستی رکھ دی گئی تھی۔ وجہ ہے کہ آپ کی ساری زندگی امن و امان اور انسانیت کو بلند مقام بخشنے کی سچی داستان ہے۔ آپ نے بعثت سے قبل بھی امن ، قومی یکجہتی اور انسان دوستی کی بحالی کی بھر پور کوشش کی کیونکہ اس وقت دنیا میں نزاع، بدامنی، خلفشار کا دور دورہ تھا۔ برائیوں کا سلسلہ تھمنے کا نام نہیں لے رہا تھا مآخذ کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ حرب فجار خونریزی میں سب سے زیادہ مشہور ہوئی۔ یہ جنگ قبیلۂ قریش اور قیس کے درمیان ہوئی تھی، اس طرح کی متواتر لڑائیوں سے سینکڑوں گھر برباد ہوگئے اور قتل و غارت گری ایک عادت بن گئی یہ دیکھ کر بعض طبقوں میں امن و سلامتی کی تحریک پیدا ہوئی اور خاندان کی سرکردہ شخصیات اور رسول ﷺ کے چچا زبیر بن عبدالمطلب کی تجویز پر ۲۰ رذی القعدہ عام الفیل میں ایک معاہدہ ہوا جس میں آپ ﷺ بھی شریک تھے۔ قیام امن کے اس معاہدہ کو تاریخ میں حلف الفضول کے نام سے یاد کیا جاتا ہے اس معاہدہ کے وقت آپ ﷺ کی عمر بیس سال تھی یہ معاہدہ آپ کے نزدیک اتنا اہم تھا کہ آپ عہد نبوت میں فرمایا کرتے تھے ''عبداللہ بن جدعان کے گھر معاہدے کے وقت میں موجود تھا۔ اس کے بدلے میں سرخ اونٹ بھی دیے جاتے تو لینا پسند نہ کرتا۔ اسلام میں اس

* ریسرچ اسکالر، شعبہ دینیات، اے ایم یو، علی گڑھ

معاہدہ کے لیے بلایا جائے تو میں ضرور شریک ہوں گا'' یہ بھی فرمایا کہ ''جاہلیت میں جو معاہدہ تھا، اسلام نے اسی کے استحکام ہی کو بڑھایا ہے''

اس معاہدے میں بنو ہاشم، بنو مطلب، بنو اسد اور بنو تمیم شامل تھے۔ معاہدہ کی اہم نکات یہ ہیں۔ (۱)ہم ملک سے بدامنی دور کریں گے (۲)ہم مسافروں کی حفاظت کیا کریں گے (۳)ہم غریبوں کی امداد کیا کریں گے۔ (۵)ہم مکہ یا غیر مکہ کے مظلوموں کی حمایت کریں گے۔ اس معاہدہ سے اندزہ ہوتا ہے کہ آپ قیام امن اور خدمت انسانیت کو کس درجہ اہمیت دیتے تھے سچی بات یہ ہے کہ روئے زمین پر کوئی ایسی قوم نظر نہیں آتی تھی جو انسانیت کو سنبھالا دے۔ ظلم و عداوت، قتل و قتال اور بدامنی اور حکم عدولی جیسے جرائم آخری حدوں کو پار کر چکے تھے۔ حق و صداقت نام کی کوئی چیز نہیں تھی۔ حضرت سلمان فارسی جیسے ایمان و یقین کے متلاشی کو ایران سے لیکر شام کی آخری حدوں تک صرف چار اشخاص ایسے ملے تھے جو انبیاء کے بتائے ہوئے راستے پر تھے۔ اس عالم گیر تاریکی، پستی کا نقشہ قرآن مجید اس طرح کھینچتا ہے۔ ''خشکی اور تری میں فساد برپا ہو گیا ہے لوگوں کے اپنے ہاتھوں کی کمائی سے'' انسانیت کی پستی انتشار اور خدا فراموشی کی ایک مؤثر تصویر حبشہ کے بادشاہ نجاشی کے استفسار پر مہاجرین کی طرف سے حضرت جعفر طیار کی جانب سے کی جانے والی تقریر میں نظر آتی ہے۔ ''اے بادشاہ ہم جاہلیت میں پڑی ہوئی قوم تھے۔ بتوں کو پوجتے تھے۔ مردار کھاتے تھے۔ فحش کام کرتے تھے۔ قطع رحمی کرتے تھے۔ پڑوسیوں کے ساتھ برا سلوک کرتے تھے۔ عہد و پیمان کا پاس کرنے میں بُرا رویہ رکھتے تھے اور ہم میں طاقتور کمزوروں کو کھا جاتا تھا'' انسانیت کی اس زبوں حالی میں اللہ رب العزت کی طرف رسول رحمت کا ورود مسعود ہوا بعثت کے بعد کفار مکہ نے آپ کو اور آپ کے جانثار صحابہؓ کو سخت ترین اذیتیں پہنچائیں۔ اسی اثناء حضور ﷺ نے مدینہ کو ہجرت فرمائی چنانچہ سن ۶ ہجری میں صلح حدیبیہ ہوئی جو بقائے باہم۔ امن و امان پر مبنی تھی۔ اسکے بعد آپ ﷺ نے مختلف غیر مسلم امراء کو دعوتی خطوط روانہ فرمائے۔ جن کا مقصد تمام انسانیت کو امن و سلامتی کی آزادی، اخوت، مساوات اور حق شناسی سے آشنا کرانا تھا حضور ﷺ نے ان دعوتی خطوط کے ذریعہ لوگوں کو سچی ہمدردی سکھائی اور فساد زدہ دنیا کو امن کا گہوارہ بنانے کی کامیاب ترین سعی کی اس دنیا کو چین و سکون کی اس وقت بھی ضرورت تھی چنانچہ آج بھی اس دنیا کو عدل و انصاف امن و شانتی کی شدید ضرورت ہے۔ جو دعوتی مکتوب آپ ﷺ نے بادشاہوں کو روانہ فرمائے تھے ان کی اہمیت افادیت کو بڑھانے کے لیے چند پہلو ابھر کر سامنے آتے ہیں جن کو سطور ذیل میں بیان کیا جائیگا۔ دراصل ان دعوتی خطوط کے ذریعہ نوع انسانیت کو خیر خواہی شانتی اور جذبہ خیر سگالی کا درس دینا مقصد تھا۔

ان خطوط کو دو بنیادی قسموں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔

ایک، مسلم امراء وقبائل کے نام۔ دوسرے، غیر مسلم امراء وقبائل کے نام۔

رسول اللہ ﷺ نے جن مسلم امراء قبائل، غیر مسلم بادشاہوں کو خطوط ارسال فرمائے، ان کی تعداد میں تقریباً تین سو پچاس ہے ان میں سے چند نمایاں حسب ذیل ہیں:

شاہ حبشہ اصحمہ نجاشی، شاہ روم قیصر ہرقل، فارس کسریٰ، خسرو پرویز، شاہ اسکندریہ ومصر مقوقس، شاہ بحرین منذر بن ساویٰ شاہ یمامہ ہوذہ بن علی، شاہ دمشق حارث غسانی شاہ عمان جیفر وعبد، اہل نجران مسیلمہ کذاب، بنو جذامہ، بنو بکر بن وائل ذی الکلاع وغیرہ۔...... چند غیر مسلم امرا کے علاوہ اکثر امراء وقبائل نے اسلام قبول کرلیا اور کفر کے اندھیروں سے نکل کر ایمان واسلام کی روشنی میں آگئے۔ رسول ﷺ نے غیر مسلموں کے علاوہ امراے قبائل کے نام بھی فرامین جاری فرمائے۔ ان میں سے چند حسب ذیل ہیں۔ خالد بن ولید، منذر بن ساویٰ، فردہ بن عمرو جذامی، اکیدر، وائل بن حجر، مالک بن نمط، بنی نہد، اہل حضرموت، قبائل عباہلہ

پہلی خصوصیت

اگر ہم ان کو ادبی نقطہ نظر سے دیکھیں تو اندازہ ہوتا ہے کہ یہ مراسلات ادب نگاری کا بہترین مرقع ہیں کیونکہ رسول اللہ ﷺ کے مراسلات میں مکتوب نگاری کی تمام عمدہ واعلیٰ خوبیاں نمایاں ہیں۔ کلام اللہ کے بعد رسول اللہ ﷺ کی گفتگو فصاحت و بلاغت کے لحاظ سے یکتا ہونے کے ساتھ ساتھ عروج وکمال کی بلندیوں کو چھو رہی ہے۔ آپ ﷺ کے مراسلات طوالت بیان سے پاک اور مسجع ومقفیٰ عبارت آرائی کے تکلف وتصنع سے کوسوں دور ہیں۔ الفاظ کے گورکھ دھندوں اور لفظ و بیان کی نمائش کے بجائے اسلوب کی سادگی نمایاں ہے، مراسلات ایجاز واختصار کا عظیم شاہکار ہیں۔ مراسلات کے علاوہ یہ خصوصیت آپ ﷺ کی عام گفتگو میں بھی پائی جاتی ہے۔ مراسلات کا ہر جملہ پیغمبرانہ صداقت وامانت کا آئینہ دار ہے۔ یہ پختہ یقین، بلند حوصلہ اور عزم مصمم کے ساتھ دعوت حق سے معمور ہیں۔

دوسری خصوصیت

دوسری خصوصیت یہ ہے کہ یہ مراسلات دعوتی انداز سے بھی انتہائی اہم ہیں ہمارے ماخذ بتاتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مشرکین عرب کے علاوہ عیسائی، یہودی اور مجوسی امراء اور سرداروں کے نام دعوتی پیغامات اور مراسلات کا سلسلہ جاری رکھا جن میں انھیں وعظ ونصیحت کی گئی اور ایمان یقین اور عمل کی دعوت دی گئی۔

مشرکین عرب کے نام دعوتی پیغامات میں آپ نے انھیں شرک و بت پرستی سے اجتناب اور تنہا اللہ تعالیٰ کی بندگی کی دعوت دی اور اپنی آخرت کو سنوارنے اور مرنے کے بعد دوبارہ زندہ ہو کر حساب دینے پر یقین کی دعوت دی۔ علاوہ ازیں رسالت محمدی تسلیم کرنے کو کہا اور دینی ودنیاوی معاملات میں اتباع نبوت کا حکم دیا۔

عیسائیوں کے نام دعوتی مراسلات میں انھیں مشترک امر یعنی توحید اور عیسیٰ بن مریم کے اللہ کا بندہ و

رسول اور کلمۃ اللہ ہونے کے ناتے سے اسلام اور اپنی نبوت کی تصدیق و اتباع کی دعوت دی ہے جیسا کہ قیصر، مقوقس اور اہل نجران کے نام خطوط سے عیاں ہے۔

مجوسیوں کے نام پیغام میں آپ نے انھیں اہرمن اور یزداں کی پوجا چھوڑ کر ایک اللہ عزوجل کی طرف بلایا اور تمام کائنات کے لیے اپنے رسول ہونے کا اعلان کیا، اور انھیں توحید اور رسالت پر ایمان کی دعوت دی جیسا کہ خسرو پرویز کسریٰ کے نام خط سے ظاہر ہے۔ کسریٰ سے اسلام قبول کرنے کی صورت میں امن و سلامتی کا وعدہ فرمایا اور اسلام قبول کرنے سے انکار کی صورت میں اسے تمام اہل فارس کی گمراہی اور تباہی کا ذمہ دار ٹھہرایا۔ لیکن اس بد بخت نے رسول اللہ ﷺ کے نامۂ مبارک کو پھاڑ ڈالا۔ رسول اللہ نے اس کی سلطنت کے ٹکڑے ٹکڑے ہونے کی پیش گوئی فرمائی جو کہ سچ اور درست ثابت ہوئی۔

تیسری خصوصیت:

تیسری خصوصیت یہ ہے کہ مسلم امراء و قبائل کے نام مراسلات دعوتی نوعیت کے نہیں، بلکہ وعظ و نصیحت پر مبنی ہیں اور بعض نماز، روزہ کے مسائل اور خصوصاً زکوٰۃ کی تفصیلات پر مشتمل ہیں، مثلاً زکوٰۃ کی مقدار نصاب، واجب زکوٰۃ میں دیے جانے والے مال کی اہمیت نوعیت اور حالت وغیرہ۔ مسلم امراء کے نام بعض مراسلات انتظامی نوعیت کی ہدایت پر مشتمل ہیں مثلاً امراء کو آراضی دینے اور ان کی حکمرانی کو برقرار رکھنے کے احکام۔ اہل دومۃ الجندل کو ملکیت باغات اور آراضی کی نوعیت کا خط لکھ کر ایک قسم کا معاہدہ فرمایا۔ اسی طرح وائل بن حجر کے نام خط میں ان کی تمام جائیداد کو ان کی ملکیت میں برقرار رکھا گیا ہے اور کسی دوسرے آدمی کے اس زمین سے ہر قسم کے تعرض کو ممنوع قرار دیا گیا ہے۔ معاہدات کے ضمن میں مختلف قبائل کو عہد و پیماں پر کاربند رہنے اور رسول اللہ ﷺ کی حرمت کا لحاظ رکھنے کی ترغیب دی ہے۔ مسلم امراء و قبائل کو ایمان و عمل پر ثابت قدم رہنے کی صورت میں اجر و ثواب، انعام و اکرام اور جنت کی خوش خبری سنائی گئی ہے۔ جبکہ غیر مسلم امراء کو اسلام قبول کرنے اور اس پر ثابت قدم رہنے پر امن سلامتی اور مغفرت و بخشش کی نوید دی گئی ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے بحیثیت بشیر و نذیر پیغمبرانہ صداقت کی وجہ سے کفار کو ڈنکے کی چوٹ پر ایمان سے انکار کی حالت میں جزیہ اور جزیہ سے انکار پر جنگ کی دھمکی دی اور جہنم کے عذاب سے ڈرایا دھمکایا اور اس کو اس سے آگاہ کردیا کہ حکمراں و سردار قبیلہ کے اسلام قبول نہ کرنے پر اس کی تمام رعایا اور اہل قبیلہ کا گناہ اس کی گردن پر ہوگا، جب کہ مسلمانوں کو اللہ اور اس کے رسول کے احکام پر عدم عمل کی صورت میں ان کی املاک کی واپسی اور امراء و قبائل کی معزولی کی دھمکی دی اور اللہ تعالیٰ کی ناراضگی سے ڈرایا ہے۔

چوتھی خصوصیت

سیاسی ہے ماخذ بتاتے ہیں کہ ساتویں صدی عیسوی میں دنیا میں دو بڑی بنیادی سلطنتیں قائم تھیں، یعنی

سلطنت روم اور سلطنت فارس، جبکہ جزیرہ نمائے عرب میں قبائلی طرز زندگی رائج تھا۔ سلطنت روم میں عیسائی مذہب ترقی کر رہا تھا کیونکہ قیصر مذہبا عیسائی تھا اور مسیحی مذہب کو سرکاری سرپرستی حاصل تھی یہی حیثیت فارس میں مجوسی مذہب کو حاصل تھی۔ اور وہاں کی آبادی اہرمن اور یزداں کو اپنا خالق تصور کرتی تھی۔ جزیرۂ عرب میں گردش ایام نے ملت ابراہیمی کی جگہ بت پرستی کو جنم دیا۔ لوگوں نے ملت ابراہیمی سے روگردانی کی اور اللہ کے علاوہ کئی معبودان باطلہ بنالیے تھے۔ یونان رومی مسیحی گمراہیوں کا شکار ہو چکے تھے، فارسی عوام تو ہم پرستی میں مبتلا تھے اور عرب قبائل ملت ابراہیمی سے انحراف کے علاوہ فخر ومباہات اور شدید باہمی نفرت اور تعصب کی فضا میں زندگی بسر کر رہے تھے۔ پوری دنیا کفر وشرک کی لپیٹ میں تھی۔ اور کفر وشرک کی ظلمت چاروں طرف چھائی ہوئی تھی۔ انسانیت گمراہیوں کی دلدل میں بری طرح دھنسی ہوئی تھی اور ظلم وستم کی چکی میں بری طرح پس رہی تھی۔ اب وقت آگیا تھا کہ دنیا سے ظلم وستم کا راج ختم کردیا جائے، ذات پات کی اونچ نیچ اور امیر وغریب اور آقا و غلام کا فرق مٹادیا جائے اور کفر وشرک کی بیخ کنی کردی جائے۔ دنیا میں ہمہ گیر اور عالم گیر امن کی ضرورت تھی لہٰذا دنیائے ضلالت کے عین وسط میں محمد ﷺ آفاقی امن وفلاح کا پیغام لے کر فاران میں نمودار ہوئے اور لوگوں کے سامنے اپنا پیغام پیش کیا چند ارواح مقدسہ نے اس پیغام کو دل و جاں سے قبول کرلیا اور بارگاہ رسالت میں حاضری کا شرف حاصل کرتے ہوئے فیض یاب ہونے لگے تھے۔ اب وقت آگیا تھا کہ جزیرہ عرب کو رشد وہدایت کی آغوش میں لینے کے بعد رحمۃ للعالمین ہونے کا عملی مظاہرہ کیا جائے چنانچہ جاں نثاروں کو جمع کر کے اعلان کیا گیا کہ مجھے تمام جہانوں کیلئے رحمت اور رسول بنا کر بھیجا گیا۔ لہٰذا پیغام امن و انقلاب لے کر قریب و بعید قبائل اور ارباب اقتدار کے پاس جاؤ اور انھیں اسلام کی آغوش میں لے آؤ۔ بصورت دیگر وہ ذلیل و رسوا ہو کر جزیہ دینے کے لیے آمادہ ہو جائیں ورنہ اللہ اور اسکے رسول سے جنگ کے لیے تیار رہیں۔ کیونکہ یہی اللہ اور اس کے رسول کا حکم ہے۔ مذکورہ تینوں صورتوں میں سے ایک کے انتخاب میں ہر شخص کو ضمیر واظہار رائے کی مکمل آزادی دی گئی چنانچہ کئی ایک حضرات نے اس دعوت کو قبول کرلیا اور کئی ایک نے خاموشی اختیار کرلی۔ صرف کسریٰ نے اپنی بدبختی کو دعوت دی اور نامہ مبارک کو چاک کر کے قعر مذلت کے کنویں میں جا گرا اور ہمیشہ کے لیے ناکام و نامراد ہو گیا۔

جہاں دیگر عرب قبائل اور روم و فارس اور حبشہ کے حکمرانوں کو دعوتی مراسلات ارسال کیے گئے، وہاں یمن کو خصوصی اہمیت دی گئی۔ یمن اپنی زرخیزی، شادابی، خوش حالی اور منظم و مستحکم نظام حکمرانی کی وجہ سے عرب کے دیگر علاقوں کے مقابلے میں نمایاں و امتیازی حیثیت رکھتا تھا لہٰذا عالمی دعوتی پروگرام میں یمن پر خصوصی توجہ دی گئی۔ اکثر خطوط اس علاقے سے تعلق رکھنے والے قبائل کی طرف لکھے گئے۔ مراسلات کے ذریعے دی جانے والی دعوت کو قبول کرتے ہوئے مندرجہ ذیل قبائل و وفود کی صورت میں دربار رسالت مآب ﷺ میں حاضر ہوئے اور

اسلام سے بہرہ ور ہو کر رشد و ہدایت کے ستارے بن کر دنیا کو جگمگایا۔

وفد عبدالقیس، وفد اشعریین، وفد کندہ ازد، وفد ہمدان، وفد غامد، وفد نخع، وفد بنی الحارث، وفد دوس، وفد تجیب، وفد بہرہ اور وفد نجران و حضر موت۔

یہ وفود اپنے سرداروں اور ممتاز افراد کی قیادت میں حاضر ہوئے اور ذہنی فکری انقلاب کے بعد دینی مسائل سیکھتے، سیاسی نکات حاصل کرتے اور نصائح سے فیض یاب ہو کر اصول جہاں بانی و حکمرانی معلوم کر کے اپنے اپنے علاقوں کو واپس روانہ ہو گئے۔

پانچویں خصوصیت

یہ خصوصیت بھی انتہائی اہم ہے یعنی امن و امان کا قیام اور ظلم و زیادتی کا سد باب ان مراسلات میں ایمان کی دعوت دینے کے ساتھ ساتھ امن و سلامتی کا قیام بھی موجزن ہے۔ نیز ان کو ایک طرح کی سیاسی عدالتی اور سرکاری حیثیت حاصل ہے۔ رسول ﷺ نے اپنی نبوی زندگی میں انسانی جانوں کے احترام کی لازوال مثالیں قائم کی۔ ماخذ بتاتے ہیں کہ ۲۳ سالہ نبوی زندگی میں چھوٹی بڑی ۸۳ جنگیں لڑیں جن میں ۵۶ سرایا اور ۲۷ غزوات ہیں ان جنگوں میں ۲۵۹ مسلمان شہید اور ۷۵۹ کفار مارے گئے جبکہ ایک مسلمان اور ۶۵۶۴ کفار اسیر ہوئے۔ ڈاکٹر حمیداللہ نے اپنی کتاب عہد نبوی کے میدان جنگ میں جو تبصرہ کیا ہے وہ انتہائی اہمیت کا حامل ہے۔

''عہد نبوی ﷺ کی جنگیں تاریخ انسانی میں غیر معمولی طور پر ممتاز ہیں اکثر دگنی تگنی اور بعض وقت دس گنی قوت سے مقابلہ ہوا اور تقریباً ہمیشہ ہی فتح حاصل ہوئی۔'' تاریخ میں لکھا ہوا ہے کہ فتح مکہ کے موقع پر نبیؐ و صحابہؓ مکہ میں فاتحانہ شان سے داخل ہوتے ہیں تو اہل مکہ کے ساتھ درگذر اور رواداری کا جو سلوک فرمایا۔ انسانی تاریخ میں اس کی مثال ملنا ممکن نہیں۔ تمام مجرمین سزا کے منتظر کھڑے تھے مگر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اچھا جاؤ تم سب آزاد ہو۔ آج اکیسویں صدی کی غالب تہذیب کو اپنی نام نہاد انسانی آزادیوں پر فخر ہے مگر ایک فاتح قوم کی صورت میں مفتوحین کے ساتھ جو توہین آمیز سلوک روا رکھتی ہے اس کو اگر رسول رحمت کے دعوتی مکاتیب کی روشنی میں دیکھا جائے تو انسانیت شرمسار ہو جاتی ہے۔ __ ان دعوتی مکاتیب کا بنیادی مقصد بھی اتحاد امت عدل و مساوات کو پروان چڑھانا تھا۔ تاریخ شاہد ہے کہ جن امراء نے ان مکتوب کی آواز پر لبیک کہا وہ خود دنیا میں امن و امان اور حق و صداقت کے علمبردار بنے رہے۔ محمد ﷺ نے ان مکتوبات کے ذریعہ بھی نوع انسانیت کو ایک لڑی میں پرونے کی کوشش کی ہے چنانچہ عہد حاضر میں بھی دنیائے انسانیت کو اخوت، شانتی، عدل مساوات کی سخت ضرورت ہے اگر ہم ان بنیادی حقوق کو تلاش کریں تو ہمیں عہد رسالت میں ان گنت نمونے مل جائیں گے جو عالم انسانیت کو کامیاب و کامران بنانے میں معاون ثابت ہوں گے۔

■ ■ ■